اسلام میں تجارت کی اہمیّت اور اسکے اصول

(ضبط و ترتیب ادارۂ الحق)

یہ تقریر پچھلے ماہ ایک تجارتی فرم کی افتتاحی تقریب کے موقعہ پر کی گئی۔ حاضرین کی اکثریت تجارت پیشہ افراد پر مشتمل تھی۔ (ادارہ)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَ اذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (پس جب نماز ہو چکے تو زمین میں چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔)

ایک تجارتی فرم کی افتتاحی تقریب پر ہم اور آپ سب یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اسلام نے زندگی کے کسی شعبہ کو تشنہ نہیں چھوڑا وہ جس طرح عبادات اور اعتقادات کی تعلیم دیتا ہے، اس طرح معاملات اور تجارت کے طریقے بھی سکھاتا ہے۔ اسلام نے تجارت کو بھی بڑی اہمیّت دی ہے۔ ہمارے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے سے پہلے خود تجارت فرما چکے ہیں۔ مضاربت کے طریقہ پر یعنی مال ایک کا اور عمل دوسرے کا ہو اور آمدنی و نقصان بٹائی کے طریقے پر دونوں کو ملے ـــــ حضورؐ نے امت کے سامنے ایک نمونہ پیش فرمایا اور تمام امتوں میں افضل امت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے۔ اور پھر اس امت کے خلیفہ اوّل سیدنا ابوبکر الصدیق تجارت ہی کیا کرتے تھے۔ خلیفہ بننے کے بعد کپڑوں کی گٹھڑی کندھوں پر اٹھائے جا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا تو پوچھا کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا بچوں کے لئے تلاشِ رزق کی خاطر کپڑے فروخت کرنے جا رہا ہوں جو شریعت کا حکم ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب مسلمانوں کے تمام امورِ خلافت تمہارے سپرد ہیں۔ اگر آپ کا سارا وقت امورِ خلافت کے لئے

فارغ ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ صحابہ کے مشورہ اور اصرار پہ ان کے لئے آٹھ آنہ یومیہ وظیفہ بیت المال سے مقرر کیا گیا۔ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ عطار تھے، یعنی عطر کی تجارت کرتے تھے۔ اسی طرح امیر المومنین حضرت سیدنا عثمانؓ بھی کھجوروں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غلہ کی تجارت کی۔ خود ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ جن کے ہم مقلد ہیں بہت بڑے تاجر تھے۔ مشترکہ کمپنی کی شکل میں ان کی تجارت چلتی تھی۔ وصال کے وقت ۵ کروڑ روپیہ لوگوں کی مضاربت کا پڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ صفائی معاملات کا یہ حال تھا کہ ایک ایجنٹ کو کپڑا فروخت کرنے کے لئے دیا اور اس میں جو عیب تھا اسکی نشاندہی کراتے ہوئے اُسے تاکید کی کہ خریدار کو یہ عیب تبلادیا جائے۔ اسلام کا حکم ہے کہ مبیع کا عیب تبلانا چاہیئے۔ وہ ایجنٹ کسی دور دراز شہر میں کپڑا فروخت کر آیا مگر فروخت کے وقت عیب تبلانا بھول گیا۔ غالباً ۳۵ ہزار منافع ہوا تھا۔ اسے خیرات کر دیا۔

غرض جن لوگوں کو حلال تجارت کی توفیق ہو جائے وہ ان کی خوش قسمتی ہے۔ سب کچھ نیت کی اصلاح پر ہے۔ اگر نماز یا دیگر عبادات بھی خدا کی رضا کے لئے نہ ہوں تو وہ بھی وبالِ جان ہو جاتی ہیں۔ اسلام جامد مذہب نہیں ترقی دینے والا مذہب ہے۔ اگر اس پر صحیح معنوں میں عمل ہو جائے ــــ ہاں ترقی یہ نہیں کہ ایک شخص صرف دنیا کا ہو کر رہ جائے۔ دنیا بھی کماؤ مگر اس کے ساتھ فرائض بندگی سے بھی غفلت نہ ہو۔ آیت بالا جو میں نے پڑھی جمعہ کے بارہ میں ہے۔ اور بھی اتفاقاً جمعہ ہی کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب نمازِ جمعہ سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں ابتغاء فضل اللہ کے لئے پھیل جاؤ۔ مگر غرور اور تکبّر اور خدا سے غفلت کسی حال میں بھی نہ ہو۔ اللہ سے ڈرا کرو ــــ آیت میں تجارت کی اہمیت کی طرف اشارہ فرمایا گیا۔

جس قوم میں تجارت ہوگی وہ خود بخود پھیلتی اور بڑھتی جائے گی۔ انگریز تجارت کے نام سے ہندوستان آیا اور دو سو سال تک قابض رہا، اور آج بھی تجارت کے ذریعہ ہی نو آبادیات پر قبضے جماتے ہیں۔ یہ تمام لڑائیاں اور بین الاقوامی سیاست اس لئے ہے۔ کہ مال کی فروخت اور استحصالِ زر کے لئے منڈیاں فراہم ہوں۔ حدیث میں ہے کہ:

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین (سچا اور امانت دار تاجر انبیاء، شہداء اور صدیقین کی معیت میں ہوگا۔)

حضورِ اقدسؐ نے گُر بتلا دیا کہ تجارت کی کامیابی کا گُر صداقت اور امانت ہے دولت نہیں۔

ان آنکھوں سے دیکھا کہ سرمایہ کے باوجود دوکانیں ختم ہوئیں، خیانت کی اور کاروبار ختم ہوا۔ اگر تاجر نے وعدہ کیا کہ فلاں وقت مال یا پیسے دے دوں گا اور اسے سچا کر دکھایا تو اگر پہلی بار کسی نے اس پر اعتبار نہ بھی کیا ہو دوسری دفعہ خود بخود اس پر اسکی صداقت عیاں ہو گی اگر تم نے مال فروخت کرتے وقت اسکی حقیقت سچائی سے بتلا دی تو ناممکن ہے کہ آپ کامیاب نہ ہوں۔

بخاری شریف[1] میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص دوسرے کے پاس آیا اور اُسے کہا کہ مجھے ایک ہزار دینار قرض چاہئیں وہ اسے تکنے لگا کہ یہ کون ہے۔ اور کس بھروسے پر اسے مال دوں چنانچہ اسے گواہ طلب کرنے کا کہا اس نے کہا کفیٰ باللہ شہیداً۔ اللہ ہی میرا گواہ ہے۔ پھر اس نے قرض مانگنے والے کو ضامن پیش کرنے کا کہا اس نے کہا کفیٰ باللہ وکیلاً۔ اللہ تعالیٰ ہی میرا بہتر ضامن ہے۔ چنانچہ اس نے اللہ پہ بھروسہ کر کے ایک ہزار دینار دے دیئے۔ اور قرض کی واپسی کا ایک خاص وقت مقرر کیا گیا۔ اس زمانہ میں ریل موٹر اور لاری تو تھی نہیں، بیچ میں دریا حائل تھا۔ ادھر میعاد مقررہ سر پر آئی، وہ شخص دریا کے کنارے آیا مگر کوئی کشتی اسے نہ ملی تو اس نے ہزار دینار ایک بانس میں بھر دیئے اور ایک رقعہ بھی ساتھ رکھ دیا۔ اس کا سرا بند کر کے اس بانس کو یہ کہہ کر دریا میں ڈال دیا۔ کہ اے اللہ میرے پاس گواہ تھے نہ ضامن، میں نے آپ کا نام ضامن بنا دیا ہے اور وقت مقررہ تک اسے اب پہنچانے کی کوئی صورت نہیں اب یہ امانت تیرے سپرد کرتا ہوں کہ تو اسے مالک کے پاس پہنچا دیجئے ادھر وہ مالک مال کی امید میں پریشان دریا کے دوسرے کنارے اس کے انتظار میں ہے کہ اچانک اسے دریا میں ایک بانس بہتا نظر آیا اُسے اٹھا کر گھر لے گیا کہ جلانے کے کام آجائے گا۔ وہاں جا کر اسے چیرا تو اس سے ہزار دینار اور رقعہ برآمد ہوا۔ دوسرے دن وہ شخص خود بھی ہزار دینار لئے ہوئے اس کے پاس پہنچا۔ اور معذرت کرتے ہوئے سارا واقعہ سنایا کہ میں مجبوراً نہ آسکا۔ اُس نے جواب میں کہا کہ اللہ نے آپ کی امانت پہنچا دی ہے۔ اور آپ کا قرض خدا نے پہنچا دیا ہے۔ غرض جب ادائیگی کا ارادہ اور اللہ پر اعتماد ہو تو خدا ہر طرح مدد اور دستگیری فرماتا ہے۔

مگر یہاں تو دوسرا حال ہے، ہر چیز میں ملاوٹ، ہلدی میں مٹی اور چائے میں بھوسہ ڈالتے ہیں شیطان نے عجیب طریقے سکھائے ہیں۔ پھر نتیجہ صفر ہوتا ہے کوئی برکت نہیں ہوتی، ملک بھر میں بدنامی الگ اور بے شمار پریشانیوں میں خدا اسے مبتلا کر دیتا ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ سچا اور

---

[1] بخاری شریف جلد اول ص۳۰۶

دیانتدار تاجر انبیاء اور صدیقین کے ساتھ ہوگا۔ میں نے خود طالب العلمی میں یہ حدیث سنی تو حیران ہوا کہ ایک سچے اور دیانتدار اور معاملات میں صفائی رکھنے والا مسلمان تاجر چلتا پھرتا مبلغ بن سکتا ہے۔ یہ اسلام دور دراز ممالک میں جو پھیلا اس میں خدا ترس تجار کا بھی بڑا حصہ ہے۔ جاوا سماٹرا جو اب انڈونیشیا میں شامل ہے، میں چند مسلمان تاجر گئے اور اپنی صداقت وامانت اور اعمال صالح سے اسلام پھیلانے لگے۔ مقامی تاجر جو ہر طرح لوٹ گھسوٹ کرتے تھے۔ انہوں نے شور مچایا کہ یہ باہر کے لوگ ہماری تجارت پر قابض ہو رہے ہیں۔ عوام جو ان کے عدل و انصاف اور سچائی کے گرویدہ ہوئے تھے۔ وہ ان کی حمایت میں کھڑے ہوئے اور کہا کہ اگر ان مسلمانوں کو نکالا گیا تو ہمارے ترک وطن کا بھی انتظام کیا جائے غرض ان چند مسافروں کے ذریعہ وہاں اسلام پھیلا کہ جو مذہب اس سچائی اور دیانت کی تعلیم دے اُسے اپنانا چاہیئے وہاں کے لوگوں کا یہ حال ہوا کہ اب سے کچھ عرصہ قبل نوجوان جب تک حج نہ کر لیتا تو ان کی شادی نہ ہو سکتی۔ عربی زبان اپنائی اور اب بھی وہاں دیگر مسلمان ممالک سے زیادہ سمجھی جاتی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا: نعم المال الصالح للرجل الصالح۔ (نیک آدمی کے لئے پاکیزہ مال بہت بہتر ہے) ——— مقصد زندگی دنیا اور دولت نہیں آخرت اور رضائے الٰہی ہے۔ اور اگر یہ مال اس کے حصول کا ذریعہ بنے تو بہت بہتر ہے۔ دنیا کی مثال دریا اور زندگی کشتی کی مانند ہے۔ یہ کشتی اگر پانی کے اوپر چلے تو کامیابی ہے اور اگر اس میں پانی داخل ہو تو کشتی ڈوب جائے گی اسی طرح اگر مسلمان کا دل خدا کی یاد سے معمور ہو تو دنیا کا اثر نہ ہوگا، اور جب دنیا کو دل میں جگہ دی اسلام خدا اور رسول کو دل سے نکال دیا، اپنے پیٹ اور خواہش کے بنے تو ایسا شخص غرق ہوا اور ایسی قوم بالآخر صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔

قارون کو خدا نے بڑی دولت دی موسیٰ علیہ السلام نے اسے بارہا کہا کہ: وابتغ فیما آتاک اللہ الدار الآخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا۔ (اور تلاش کر اللہ کے دیئے ہوئے میں دار آخرۃ اور دنیا سے اپنا حصہ اٹھانا مت بھول (یعنی دنیا کو آخرت کا ذریعہ بنا)) مگر وہ نہ مانا، وہ اس گھمنڈ میں تھا کہ یہ سب میری محنت اور تدبیر کا نتیجہ ہے۔ خدا نے زمین کو حکم دیا کہ نگل جاؤ اسے زمین نے معہ خزانوں کے نگل لیا۔ اسی طرح یہ تجارت اور دولت اللہ کے دین کی اشاعت کا ذریعہ بننا چاہیئے۔ اسلام کی خدمت زیادہ تر اسی متوسط طبقہ تجارت پیشہ افراد کی حکومتوں نے کبھی اسلام کی اشاعت اور خدمت میں اتنا حصہ نہیں لیا الا ماشاء اللہ تاجروں میں غرور کم ہوتا ہے کیونکہ وہ حاکم نہیں ہوتے۔ پھر غریب

باقی صفحہ ۳۵ پر